بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اشاعت نمبر ۴۹
شادی اسلام کی نظر میں
www.KitaboSunnat.com
تحریر
عبداللہ دانش
خطیب مسجد البدر
باتھ ایوینیو بروکلین نیویارک۔ 11214
شائع کردہ
نگران
مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ رجسٹرڈ
اسلامیہ پارک۔ پونچھ روڈ۔ لاہور ۵۴۵۰۰
7599802

حضرت ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (۱) شرم وحیا (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) **نکاح کرنا۔** (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴، ج ۱)

★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★

مدرسہ کیلئے ارسال کردہ زکوٰۃ وفطرانہ کی رقوم نگران مدرسہ کے نام یا براہ راست الائیڈ بنک آف پاکستان حسن آباد۔ لاہور میں مدرسہ کے کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۵-۹۵۹ میں جمع کرا دیں۔
واللہِ الْمُوَفِّقُ وَالْمُسْتَعَانُ

مولانا پروفیسر سید اقبال قریشی (صدر) [illegible] (نائب صدر)
انجینئر محمد جاوید (سیکرٹری) محمد عامر (سیکرٹری نشر واشاعت)
محمد عبد القیوم (نگران)

اشاعت بار اول .... اپریل ۲۰۰۰ء
تعداد اشاعت .... دو ہزار
طابع .... قومی پریس لاہور
اشاعت فنڈ .... حسب استطاعت

کراچی میں ملنے کا پتہ
میسرز شکیل ٹریڈرز
نیپئر روڈ کچی گلی نمبر ۱ کراچی ۷۴۰۰۰
فون: ۲۴۳۳۹۶۹۲-۲۱

آئینہ کتاب

زندگی - خوشی اور غمی کا حسین امتزاج

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ہمارا دین، دینِ فطرت ہے اور ہماری فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ ہم اکیلے اور تنہا نہیں رہ سکتے اور نہ ہی کوئی شخص اپنی ضروریات اور احتیاجات میں خود کفیل ہے بلکہ ہم ہر وقت کسی نہ کسی شکل میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ بیک وقت کوئی شخص اپنے لئے غلہ بھی پیدا کر رہا ہو، کپڑا بھی بن رہا ہو، جوتا بھی بنا رہا ہو اور مکان بھی تعمیر کر رہا ہو حتی کہ فطرت کا یہ پہلو جنت میں بھی نمایاں طور پر سامنے آتا ہے، حالانکہ نہ وہاں غلہ اگانے کی ضرورت تھی نہ کپڑا بننے کی نہ جوتا بنانے کی اور نہ مکان تعمیر کرنے کی پھر ہمارے جدِ امجد حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کسی ہمدم، ہم نشین وہم جلیس کی تلاش میں تھے جس کے پاس بیٹھ سکیں، جسے اپنی سنا سکیں اور اسکی سن سکیں بالفاظِ دیگر جو باعث راحت و سکون بنے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے (Man is a social animal) انسان ایک سماجی جانور ہے۔ زندگی نام ہے خوشی اور غمی کے حسین امتزاج کا۔ یہ دونوں حالتیں یکے بعد دیگرے موجود ہوں تو زندگی بر قرار ہے ورنہ جمود ہی کا دوسرا نام موت ہے۔ اسی حقیقت کو یوں بیان کیا جاتا ہے۔

(Man thou pandulam between tears and smiles

یعنی جس طرح گھڑیال کا لنگر (Pandulam) اگر دائیں بائیں حرکت کرتا نظر آئے تو وہ چل رہا ہوتا ہے ورنہ بند پڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان

کا حال ہے کبھی خوشی محسوس کر رہا ہوتا ہے اور کبھی غم سے دوچار ہوتا ہے۔ خوش ہو تو اس کا دل چاہتا ہے کہ کوئی اور بھی اس میں شریک ہو کر اسے دوبالا کر دے اور غم سے دوچار ہو تو کوئی عزیز اس میں شریک ہو کر اسے ہلکا کر دے۔ اسی لئے تو نبی رحمت ﷺ نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک ہی جسم کے مختلف اعضاء قرار دیا ہے کہ ایک کی خوشی سب کی خوشی ہے اور ایک کا غم سب کا غم ہے۔ ہماری اسی فطری ضرورت کے پیشِ نظر رب کائنات نے فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا

"وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے" بلکہ یہ بھی فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

"وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو"

لباس بڑا ہی کثیر المقاصد لفظ ہے۔ مرد و زن ایک دوسرے کی ضرورت، زیب و زینت، مدد و نصرت، وجہ قربت اور ذریعہ سکینت ہیں۔ لباس اگر من پسند اور مناسب ہو تو پھر ہی سجتا ہے اسی طرح جوڑے مناسب ہوں تو زندگی جنت نظیر ورنہ بے ہنگم جوڑوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اسلام نے لفظ "کفو" استعمال کر کے خوب رہنمائی کی ہے یعنی ہم پلہ و ہم پایہ مگر برا ہو اس سوچ کا کہ رشتے تلاش کرتے وقت عموماً دنیاوی سج دھج پیش نظر ہوتی ہے جو کہ انتہائی عارضی اور ناپائیدار رشتے ہیں۔

زیر نظر اس کتابچے کے مؤلف مولانا عبداللہ دانش حفظہ اللہ نے اس موضوع کو بڑے ہی مؤثر، دلکش اور دل نشین انداز میں پیش فرمایا ہے اور ہر جگہ کتاب وسنت کے حوالہ جات سے مزین کیا ہے۔ اسلام سادگی کا علمبردار ہے اور نبی اکرم ﷺ نے سادگی پسند بننے کے لئے نہایت وقیع نسخہ تجویز فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ یعنی دنیاوی اعتبار سے ہمیشہ اپنے سے کم تر حیثیت والے شخص کی طرف دیکھا کرو۔ کاش ہم رشتے ناطے جوڑتے وقت یہی نسخہ نبویؐ آزمائیں۔

مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ کا شعبہ نشر واشاعت عقائد واعمال اور معاشرتی اصلاح کے لئے انتہائی مفید اور کتاب وسنت کے حوالہ جات سے مزین نہایت دلکش اور عمدہ مضامین اور کتابچے شائع کرتا رہتا ہے۔ امید ہے یہ کتابچہ بھی اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت مفید اور رہنما ثابت ہوگا۔ نبی رحمتؐ کا فرمان ہے۔ الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة " یہ دنیا ساز وسامان سے بھری پڑی ہے اس میں سے بہترین سامان نیک اور صالحہ بیوی ہے۔" رب رحیم وکریم نے خود اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی ہے " ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ "ہمیں ایسے جوڑے اور ایسی اولاد عطا فرما جو ہمارے لئے باعث سکون ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اخوکم فی اللہ پروفیسر حافظ ثناءاللہ خاں

گورنمنٹ کالج لاہور۔

۳۱ مارچ ۲۰۰۰ء، ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

شادی-اسلام کی نظر میں

اللہ کی نگاہ میں عورت کا مقام

قدیم زمانے کی جاہلیت ہو یا جدید زمانے، یعنی ماڈرن تہذیب ہو ہر ایک نے عورت کے ساتھ بہت گھٹیا سلوک کیا۔ حتیٰ کہ عورت کو انسان کی بجائے حیوان شمار کیا بلکہ ایسا حیوان جو روح سے خالی ہو۔ جب رحمۃ للعلمین دنیا میں تشریف لائے تو عورت کو ذلت اور پستی سے نکال کر بہت اونچا مقام دیا خالق کائنات نے وحی نازل فرمادی:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (سورۃالروم:۲۱)

ترجمہ: "اور اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ نے عورت کو آیۃ اللہ کہا کہ یہ اللہ کی نشانی ہے۔ اسے ادنیٰ چیز نہ سمجھ لیا جائے۔ جب عورت کو اللہ نے اپنی نشانی کہا اور اپنی طرف منسوب کیا تو اس کا مرتبہ بہت بڑھ گیا۔ جسے اللہ کہے کہ

اسے میری نشانی سمجھنا تو پھر عورت کے اعزاز کی کوئی انتہا نہ رہی ۔اب مرد کو چاہیے کہ اللہ کی نشانی کا احترام کرے۔اب عورت کو چاہیے کہ اللہ نے جو اسے عزت بخشی ہے اسے برقرار رکھے۔نہ وہ اپنی توہین کا سامان کرے نہ وہ فرمان الٰہی کی توہین کروائے۔کیونکہ اللہ نے اسے بہت بڑا اعزاز دیا ہے۔اتنی عظیم عزت دینے والا اللہ، ہر آن اپنی اس خاص نشانی پر نظر رکھے ہوئے ہے کہ کہاں تک وہ اس پر پورا اترتی ہے۔سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ملاحظہ آیت نمبر ۱۸۹ :۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا.

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسکی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔یعنی عورت کسی اور مٹی سے نہیں بنائی گئی بلکہ جس مٹی سے مرد کو پیدا کیا اسی سے عورت کو پیدا کیا لہٰذا دونوں ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔جب جنس ایک ہے تو پھر مرد اعلیٰ اور عورت ادنیٰ کیسے ہوئی۔اللہ تعالیٰ کا حسن بیان دیکھیں، وہ عورت کو اس آیت میں زوج کہہ رہا ہے خادم نہیں کہہ رہا۔کیونکہ خادم اور آقا میں مودت و رحمت نہیں ہو سکتی۔یہ خاوند اور بیوی میں ہو سکتی ہے۔ مزید زوجہ کو سکون کا ذریعہ بنایا۔مرد دن بھر محنت سے روزی کمائے، تھکا ماندہ سر شام جب گھر پہنچے تو بیوی محبت کی آغوش میں لے کر، اس کے

سارے دن کی کلفتوں کو دور کرے۔ صرف جنسی خواہش کا کھلونا ہی نہیں ہے وہ جسمانی سکون سے لے کر قلبی سکون تک مہیا کرے۔ اسے دیکھ کر مسرت ہو، اس کی آواز میں الفت ہو، اس کی اداؤں میں خاوند کے لئے دلربائی ہو۔ محبت مخلصانہ ہو۔ محبت میں پاکیزگی ہو۔ ایسی دلنواز ہو کہ خاوند یہ سمجھے کہ میری بیوی سے بڑھ کر کوئی پیار کرنے والا نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی غمگسار نہیں، اس سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں، وہ اپنا بناؤ سنگھار کرے تو صرف اپنے خاوند کی خوشیوں کے لئے نہ کہ غیروں کے لئے شمع محفل بنے۔

بیوی ایمان کی محافظ

قریباً دس بارہ سال پہلے کی بات ہے ایک تھانیدار میرے مکان پر ڈپٹی کمشنر ساہیوال کا حکم نامہ برائے تعمیل لایا کہ میری ایک ماہ کیلئے زبان بندی ہے اور میں پبلک جلسوں میں تقریر نہیں کر سکتا خیر۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ تھانیدار نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے یہ بات بھی بتائی کہ میں دوران سروس جہاں بھی بھیجا جاتا ہوں تو اپنے اہل و عیال کو ساتھ رکھتا ہوں کیونکہ "بیوی خاوند کے ایمان کی محافظ ہوتی ہے"۔ یہ فقرہ مجھے بہت پسند آیا کہ واقعی بیوی ایمان کی محافظ ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو سکون کا ذریعہ بنایا یہ سکون تبھی حاصل ہوگا جب عورت کو گھر کی ملکہ بنایا جائے۔ ورنہ اگر مرد یہ تمنا کرے کہ میری بیوی

میری مرضی میں میرا ہاتھ بٹائے اور کوئی جاب کرے تو یہ سراسر ظلم ہوگا اور فطرت کے خلاف ہوگا۔ جو عورت دن بھر کہیں سے مزدوری کرکے آئے گی اسے تو خود راحت و آرام اور سکون مطلوب ہوگا اور خاوند کو راحت کیسے مہیا کرے گی یعنی یہ حرکت صرف خلاف اسلام ہی نہیں بلکہ خلاف عقل بھی ہے۔

میاں بیوی ایک دوسرے کے لباس:

ھُنَّ لباس" لَکُمْ وانتُمْ لباس" لَھُنَّ (سورۃ البقرۃ : ۱۸۷)

"وہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔" (یعنی ایک دوسرے کا لباس)

لباس کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ آدمی کے جسم کے وہ حصے چھپائے جنہیں دکھایا نہیں جاسکتا۔ اسی طرح خاوند بیوی ایک دوسرے کے معاملات پر پردہ ڈالیں کسی تیسرے کو اپنے اندرونی راز نہ بتائیں۔ لباس کی دوسری غرض یہ ہوتی ہے کہ پہننے والے کے حسن و جمال میں اضافہ کرتا ہے۔ یعنی مرد یا عورت شادی نہ کریں تو یوں سمجھئے کہ وہ ننگے ہیں۔ شادی سے ہی وہ لباس مہیا ہوگا جس سے ایک دوسرے کی زندگی میں حسن آئے گا۔ ورنہ عورت مرد کے بغیر نامکمل، اور مرد عورت کے بغیر نامکمل۔ علامہ ابن جریر نے اپنی معروف تفسیر میں اس لباس سے مراد یہ بتایا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس یوں ہیں کہ ایک بستر میں لیٹنے سے دونوں کا ایک

ہی لباس ہوتا ہے۔

ایک اور مفسر نے لکھا ہے کہ لباس وہی خوشنما ہوتا ہے جو ناپ کا پورا ہو۔ لباس قد سے چھوٹا یا بڑا ہو، تو زیب و زینت نہیں بنتا۔ اس لئے خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے کا مزاج شناس ہونا ضروری ہے جتنی ذہنی ہم آہنگی ہو گی اتنا ہی لباس کی تمثیل پوری ہو گی۔ ورنہ زیادہ تنگ یا زیادہ کھلا لباس بد نما لگتا ہے۔

لباس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ موسمی اثرات سے بچاتا ہے گرمیوں میں گرمی سے اور سردیوں میں سردی سے۔ آدمی اگر گرمی میں یعنی غصے میں ہو تو بیوی ٹھنڈک پہنچا کر اسے معتدل کرے اگر وہ سرد پڑ جائے تب بھی اسے حرارت پہنچائے اور اس کے خون کو رگوں میں منجمد نہ ہونے دے تاکہ وہ کار حیات میں آگے بڑھتا رہے۔ یہی رویہ مرد کا اپنی بیوی سے ہونا چاہیے۔ لباس جس طرح ستر کا کام دیتا ہے ایسے ہی خاوند بیوی ایک دوسرے کی عزت کے محافظ ہوں، ایک دوسرے کے عیب چھپائیں، ایک دوسرے کے مال اور جان کے محافظ ہوں۔ ایک دوسرے کو برائیوں سے بچائیں۔ لباس کڑی دھوپ میں بھی حفاظت بدن کرتا ہے اور سخت جاڑے میں بھی۔

لباس وہی اچھا ہے جو بدن کو راحت دے وہ نرم و ملائم ہو۔ اگر لباس رف اور کھردرا ہو تو جسم گھبراتا ہے۔ اسی طرح زن و شوہر ایک

دوسرے کے لئے نرم و ملائم ہوں زبان سے، اخلاق سے، رویے سے، ہر لحاظ سے۔ آرام دہ لباس سے، بدن چستی محسوس کرتا ہے۔ خوشی نصیب ہوتی ہے۔ دیکھنے والوں کو بھی مسرت ہوتی ہے۔

ایک امریکی جوڑا:

ایک دوست اندرون امریکہ ہوائی سفر پر تھے تو امریکی جوڑا لڑ رہا تھا۔ خاوند تنگ آکر کہنے لگا: اللہ کرے یہ جہاز ہی گر کر تباہ ہو جائے اور تو بھی اس میں تباہ ہو۔ دیکھیں یہ جوڑا فرمان الٰہی کے مطابق ایک دوسرے کا لباس نہیں ہے۔ اگرچہ بظاہر ان کا رنگ ایک ہے، قد ایک ہے، زبان ایک ہے، پھر یہ تہذیب تو برسوں شادی کے بغیر لڑکے لڑکی کو اکٹھا رہنے پر اکساتی ہے تاکہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں۔ تاکہ سمجھ کے بعد شادی کامیاب ہو۔ اس نسخے کو آزماتے آزماتے یہ اپنا فیملی سسٹم برباد کر بیٹھے اور طلاقوں کی شرح پچاس فیصد تک لے گئے۔

شادی تکمیل ایمان:

گھرانہ تبھی خوشحال ہو سکتا ہے اگر وہ خالق کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلے۔

رحمۃ للعلمین ﷺ نے فرمایا: اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف دینہ فلیتق اللہ فی النصف الباقی۔ جب بندہ شادی کرتا ہے تو اپنے آدھے ایمان کو مکمل کر لیتا ہے اور باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے

ڈرتا ہے۔(رواہ البیھقی)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ دین کو برباد کرنے والی اکثر دو چیزیں ہیں۔ ایک شرم گاہ اور دوسرا پیٹ۔ جس نے شادی کر لی، تو ان دونوں میں سے ایک کا علاج ہو گیا، شادی کرنے سے انسان شیطان کے شر سے محفوظ ہو گیا، جنسی خواہشوں کو پورا کرنے کا سامان ہو گیا۔ نگاہیں پاکباز ہو گئیں اور شرم گاہ کی حفاظت ہو گئی۔ یعنی آدھے فساد دین سے بچ گیا۔ باقی آدھے دین کی حفاظت میں اللہ سے ڈرتا ہے۔ بقول غزالی پیٹ کو مومن بنا لے تو آدھا دین یوں محفوظ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: حُبّبَ اِلیّ مِنْ دُنْیاکُمْ : النّسَاءُ والطّیبُ (رواہ النسائی)

"مجھے تمہاری دنیا سے دو چیزیں محبوب ہیں ایک عورت، دوسرا خوشبو"

عورتیں کیا ہیں؟ یہ گھروں کے چراغ ہیں۔ یہ گھروں کی رونق ہیں۔ یہ گھروں کو وحشت کی بجائے محبت سے معمور کرتی ہیں۔ اولاد کا سرچشمہ ہیں اور ان کا مرکز ہیں۔

امام ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب "نوادر الذکیاء" میں یہ واقعہ لکھا ہے: ایک شاعر عورتوں کی محفل کے پاس گزرا تو فی البدیہ شعر کہہ ڈالا:

ان النساء شیاطین خلقن لنا　　نعوذ باللہ من شر الشیاطین

ترجمہ: عورتیں دراصل شیطان ہیں جو ہمارے لئے پیدا کردی گئی ہیں۔ ہم شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ان خواتین میں سے ایک نے شاعر کو یوں جواب دیا:

ان النساء ریاحین خلقن لکم وکلکم یشتهی شم الریاحین

ترجمہ: عورتیں خوشبو ہیں جو تمہارے لئے پیدا کی گئیں اور تم میں سے ہر ایک خوشبو سونگھنے کی تمنا رکھتا ہے۔

امیری غریبی اللہ کے ہاتھ میں ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنهم اللہ من فضله واللہ واسع علیم (سورۃ النور: ۳۲)

ترجمہ: "تم میں سے جو مرد وزن مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کردو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ حکم دے رہا ہے کہ جو مرد و عورت آزاد ہوں یا غلام اور کنیزیں پاکباز ہوں سب کے نکاح کردو۔ یعنی کوئی بھی مسلمان کسی بھی عمر میں خواہ مرد ہو یا عورت مجرد اور تنہا زندگی نہ گزارے بلکہ سب رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں۔

پھر فرمایا: "اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر

دے گا۔" اس حکم سے یہ شرط اڑا دی گئی کہ رشتہ مالدار کا مالدار سے ہو اور غریب کا غریب سے ہو۔ یعنی دولت میں کفو تلاش نہ کئے جائیں بلکہ غریبوں سے رشتے ناطے بڑھائے جائیں تاکہ قدر و قیمت انسانیت کی بڑھے نہ کہ دولت کی۔ اسلام میں حسب و نسب اور مال و دولت کا کوئی وزن نہیں ہے۔ اسلام میں وزن پرہیزگاری اور تقویٰ کا ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔ (سورۃ الحجرات : ۱۳)

"در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

شادی رنگ سے یا ایمان سے ؟

نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب "الدین الخالص" میں ایک پس منظر اس آیۂ مذکورہ کا یہ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بلال خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان کہی۔ بعض کفار نے جل کر یہ بات کی کہ دیکھو آج کا دن کیسا بدنصیبی کا ہے کہ حبشی کعبے کی چھت پر ایک کالا غلام اذان دے رہا ہے۔ کسی نے کہا ابھی اللہ کا غضب ٹوٹے گا اور نقشہ بدل جائے گا۔ ایسے میں اللہ نے یہ وحی نازل کر دی کہ "اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد و زن سے پیدا کیا اور تمہیں قبائل اور خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ لیکن اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو متقی ہو"۔ (بحوالہ بیہقی وغیرہ) یہی تقویٰ معیار تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی عمزاد کا نکاح

غلام زادے سے کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ صحابہ کرام میں حضرت عثمانؓ کے بعد دوسرے نمبر کے رئیس اور دولت مند تھے۔ انہوں نے اپنی بہن ہالہ بلالؓ حبشی سے بیاہ دی۔ نہ اس کا رنگ دیکھا، نہ نسل دیکھی دیکھا تو بلالؓ کا صرف تقویٰ دیکھا۔

اگر کوئی کہے کہ حضرت زینبؓ کی طلاق کا سبب حضرت زیدؓ کا غیر کفو ہونا تھا۔ تو یہ بتایا جائے کہ کیا لیڈی ڈیانا کی طلاق کا سبب بھی یہ تھا کہ برطانیہ کا شہزادہ اس کے ہم پلہ نہ تھا۔ تاریخ انسانی سے ہزاروں مثالیں ایسی پیش ہو سکتی ہیں کہ طلاق کا باعث محض حسب ونسب یا دولت ورنگت نہیں ہوتی۔ بڑا سبب مزاج کا آپس میں نہ ملنا ہوتا ہے۔ اور اسلام نے طلاق کی اجازت بکراہت دے دی ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔

ایمان افروز واقعہ :

ابو اللیث سمرقندی نے "تنبیہ الغافلین" میں بڑا دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ جو عام دنیاداروں کی آنکھیں کھول سکتا ہے۔ حضرت انسؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر فریادی ہوا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میری سیاہ رنگت اور چہرے کے بدنما داغ مجھے جنت میں داخل ہونے سے رکاوٹ نہیں بنیں گے؟

رحمۃ للعلمین ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا اگر تو رب کائنات پر ایمان لایا ہے اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا ہے تو

کوئی چیز آپکو جنت سے نہ روک سکے گی۔ وہ فریادی کہتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا: میں خدائے واحد اور محمد ﷺ کی رسالت پر آٹھ ماہ قبل ایمان لا چکا ہوں۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے حیرت ہے، میں آپکی اس مبارک مجلس میں حاضر ہونے والے سب مسلمانوں سے اپنی شادی کی درخواست کر چکا ہوں مگر انہوں نے میری سیاہ رنگت اور چہرے کے بدنما داغوں کی بنا پر، میری گذارش کو رد کر دیا ہے۔ میرا حسب ونسب بنو سلیم سے ہے لیکن ننہیال کی طرف سے میرا رنگ سیاہ ہے۔

فریادی کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا، کیا عمرو بن وھب آج یہاں موجود ہے؟ یہ شخص بنو ثقیف سے تھا اور ابتدائی مسلمانوں سے تھا۔ لوگوں نے بتایا، اللہ کے رسول ﷺ! آج وہ نہیں آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فریادی سے پوچھا، کیا تو عمرو کا گھر جانتا ہے؟ کہنے لگا جی ہاں جانتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا، جاؤ اس کے دروازے پر ہولے سے دستک دینا، پھر سلام کرنا، جب آپکو وہ گھر بٹھالیں تو بتانا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری شادی آپکی بیٹی سے کر دی ہے۔ وہ بیٹی کنواری تھی، جسے قدرت نے حسن وجمال اور عقل وخرد عطا کر رکھی تھی۔ خیر، فریادی ان کے دروازے پر حاضر ہوا دروازہ کھٹکھٹایا اور سلام کیا۔ گھر والوں نے اس کا عربی لہجہ سنا تو دروازہ کھولا اور اسے مرحبا کہا۔ جونہی ان کی نظر اس کی سیاہ

رنگت اور داغوں والے چہرے پر پڑی، تو ان کی طبیعت میں گھٹن پیدا ہوئی۔ پھر فریادی نے پیغام رسالت سنادیا کہ آپ ﷺ نے میری شادی آپ کی بیٹی سے کردی ہے۔ سنتے ہی انہوں نے بری طرح رد کردیا۔

فریادی وہاں سے نکلا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا، ادھر عمرو کی بیٹی گھر میں پکار اٹھی، ابا جان! اپنی نجات کی فکر کریں، نجات کی فکر کریں، پہلے اس کے کہ وحی الٰہی رسول اللہ ﷺ کے ذریعے آکر آپکو رسوا کردے۔ ابا جان اگر رسول اللہ ﷺ نے میری شادی اس فریادی سے کردی ہے تو میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا پر راضی ہوں بوڑھا باپ تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پیچھے جا بیٹھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو رد کیا ہے؟ کہنے لگا اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے غلطی ہوگئی، میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ شاید اس نے اپنی طرف سے یہ بات گھڑ لی تھی۔ اگر یہ سچا ہے اور آپ ہی کا پیغام لایا تھا تو ہم نے اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دی اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہم سے ناراض نہ ہوں۔

چار سو درہم حق مہر کے عوض اس کی شادی ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعید السلمی! اپنی نو بیاہتا بیوی سے ملو۔ فریادی پھر سوال گزار ہوا، اللہ کے رسول ﷺ! حق مہر کی رقم میرے پاس نہیں ہے میں اپنے دینی بھائیوں سے ذرا پوچھ لوں۔ رحمۃ للعٰلمین ﷺ نے فرمایا: اس کی بھی فکر

نہ کرو۔ یہ رقم شمع رسالت کے صرف تین پروانے ادا کریں گے۔ میری طرف سے جاؤ عثمانؓ بن عفان، عبدالرحمنؓ عوف اور علیؓ سے دو دو سو درہم لے لو۔ وہ تینوں کے پاس گیا۔ سب نے دو دو سو بھی دیئے، اور اپنی طرف سے مزید عطا کئے۔

خوشی خوشی وہ اپنی بیوی کے لئے بازار میں شاپنگ کے لئے جا رہا تھا۔ اچانک منادی کی آواز اس کے کانوں میں گونج گئی کہ اللہ کے سپاہیو! فوراً جہاد کی تیاری کرلو۔ نفیر عام ہوئی۔ فریادی آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے اور اپنے اللہ سے کہتا ہے اے زمین و آسمان کے مالک اور اے محمد ﷺ کے رب آج میں یہ شادی کی رقم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر نچھاور کرتا ہوں۔ اس رقم سے گھوڑا خریدا، تلوار خریدی، نیزہ خریدا، اور ڈھال خریدی، کمر بستہ ہوا۔ سر اور منہ پر پڑا باندھا، صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔ مہاجرین کے لشکر میں کھڑا ہو گیا۔ لوگ پہچان نہ سکے۔ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ منہ سر چھپائے کون سا مجاہد ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: چھوڑو ممکن ہے بحرین یا شام سے کوئی مسلمان مسافر دین کی تعلیم حاصل کرنے آیا ہو اور آج آپ کی مدد کے لئے تیار ہو گیا ہو۔

گھمسان کی جنگ میں جا گھسا نیزہ برساتا، تلوار چلاتا آگے بڑھتا رہا حتی کہ گھوڑا تھک کر سو گیا۔ پیدل چلتا رہا آستینیں چڑھا لیں، کمر کو باندھ لیا۔ دوران جنگ رسول اللہ ﷺ کی نگاہ مبارک اس کے سیاہ بازوؤں پر

پڑی، آپ ﷺ پہچان گئے۔ پوچھا، کیا سعد ہو؟ کہنے لگا، میری ماں باپ آپ پر نثار ہوں میں سعد ہی ہوں فرمایا، ہمت سے جہاد جاری رکھو۔

وہ برابر تیر برساتا ہوا اور تلوار چلاتا ہوا اللہ کے دشمنوں کو نیست و نابود کرتا ہوا بڑھتا گیا بالآخر شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ خود اس کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ نے اس کا سر زمین سے اٹھایا اور محبت سے اپنی گود میں رکھ لیا اپنے مبارک کپڑے سے اس شہید وفا کے چہرے سے مٹی صاف کی۔ فرمایا: تیری خوشبو کتنی اچھی ہے! تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ ذرا سی دیر میں آپ ﷺ کے چہرہ انور پر مسکراہٹ مچل گئی۔ اپنا روئے مبارک دوسری طرف کر لیا پھر فرمایا: رب کعبہ کی قسم وہ حوض پر پہنچ گیا۔

ابو لبابہؓ نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں! حوض کیا ہے؟ فرمایا وہ حوض کوثر اتنا بڑا مجھے اللہ نے عطا کیا جس کا عرض صنعائے یمن سے بصریٰ تک ہو گا۔ اس کے دونوں کنارے یاقوت، قیمتی موتیوں کے ہوں گے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ جو ایک بار اس کا پانی پیئے گا اسے (روزِ محشر) پیاس نہ لگے گی۔

ابو لبابہؓ مزید پوچھتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے آپ کو پہلے روتے دیکھا، پھر مسکراتے دیکھا، پھر آپ ﷺ نے اپنا رخِ انور دوسری

طرف کر لیا۔ اس کی وجوہ بتانا پسند فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے اس راز کا یوں انکشاف فرمایا: مجھے سعدؓ کی شخصیت اور شہادت پر پیار آگیا تھا تو میں رو دیا۔ جب میں نے اللہ کے ہاں اس کا بلند مرتبہ دیکھا تو خوشی سے مسکرادیا۔ جب میں رخ دوسری طرف کیا تو دراصل جنت کی عالیشان حوریں تیزی سے اس کی طرف بڑھتے دیکھیں۔ میں نے حیا کے مارے رخ بدل لیا کیوں کہ تیزی سے چلنے کی وجہ سے ان حوروں کی پنڈلیاں بے نقاب ہو گئی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شہید کے ہتھیار وغیرہ گھوڑا اور دیگر سامان اس کی دلھن تک پہنچادو اور انہیں بتادو کہ اللہ نے تمہاری دوشیزہ سے بڑھ کر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا۔ (حوالہ تنبیہ الغافلین)

واقعہ مذکورہ میں کتنے عمدہ سبق ہیں ان لوگوں کے لئے، جنہیں اللہ نے عقلِ سلیم سے نوازا ہے۔ خوبصورت بیٹی کے والدین ایک کالے صحابی کو داماد بنا لیتے ہیں۔ یہ فیصلہ پیغمبر اسلام ﷺ کا نافذ ہوا۔ ورنہ اپنے طور پر وہ راضی نہ تھے۔ یعنی ایمان مقدم ہوا اور اپنی مرضی ترک کر دی۔ ہمارا نفس ہمیں کن کن گمراہ کن وادیوں میں لئے پھرتا ہے۔ غرور نفس، اپنی مرضی ترک نہیں کرنے دیتا۔ اپنی انا چھوڑنا گوارا نہیں چاہے پارٹی بدلنی پڑے۔ اگر پارٹی نے انتخابی ٹکٹ نہ دیا تو جماعت چھوڑ دی، انا نہیں چھوڑی۔ لیکن عظمت صحابہؓ دیکھیں، فیصلہ مرضی کے خلاف ہوا سر و چشم قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ کی مردم شناسی دیکھیں، ایک کالے صحابی کی

ہدایت کر دی جو کہ ایمان میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے اور پھر اس صحابی نے رسول اکرم ﷺ کے حسن خیال پر پورا اتر کے دکھایا۔ نکاح ہو جانے کے بعد ایک بھی رات بیوی کے ساتھ نہیں گزار سکا کیونکہ ادھر سے جہاد کا آوازہ کان میں پڑا۔ اس دوراہے پر اپنی بیوی اور جہاد میں سے، جہاد کا انتخاب کیا اور شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوا۔ ورنہ دنیادارانہ سوچ ہوتی تو کہتا کہ اللہ اللہ کر کے رشتہ ملا ہے اب اس سے زندگی کے مزے لوٹ رہا ہوں۔ شہادت پانے پر رسول اللہ ﷺ نے اس شہیدؓ کا سر اپنی گود میں رکھ کر، آنکھوں سے آنسو گراتے اور جنت کی حوروں کی بشارت سنائی۔ صحابی کو رسول اللہ ﷺ کی ان بشارتوں پر ایمان تھا تبھی تو نئی نویلی دلھن چھوڑ کر اللہ کی راہ کا مجاہد بنا۔ دیکھئے اسلام میں شادیاں ہوتی ہیں، ایمان کا گراف بلند کرنے کے لئے۔ مگر ہمارے سماج کی شادیاں ہیں ایمان کا بیڑہ غرق کرنے کے لئے۔ اللہ ہمیں ان بداطواریوں سے بچائے۔ آمین

دین کی بنیاد پر رشتے ناطے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فزوجوه ، الا تفعلوا تکن فتنةفی الا رض وفساد عریض (ترمذی)

ترجمہ: ”جب تم سے وہ آدمی رشتہ طلب کرے جس کا دین اور اخلاق اچھا ہو تو اس سے بیٹی بیاہ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین فتنہ و فساد سے بھر جائے گی۔“

ایک اور حدیث میں فرمان نبوی ﷺ یہ ہے :تنکح المرأة الاربع، لما لھا، ولحسبھا، ولدینھا ،ولجمالھا، فاظفر بذات الدین تربت یداك (بخاری وغیرہ)

ترجمہ :"چار خصوصیات کی بنیاد پر عورت سے شادی کی جاتی ہے :اس کی دولت ،اس کا خاندان ،اس کی دینداری، اس کا حسن وجمال دیکھ کر۔ لیکن چاروں میں سے آپ نے دینداری کو منتخب کرنا ہے۔"مذکورہ احادیث پر غور کریں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مرد وزن کی شادی ضرور ہو ،ورنہ گندگی اور کرپشن، پھیلے گی۔اور لوگوں کے اخلاق تباہ وبرباد ہوں گے۔کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: فتنہ وفساد پھیلے گا۔

ان وبائی امراض سے معاشرہ پاک صاف رکھنا ہے تو شادیاں ضروری ہیں۔شادی سے آدمی محفوظ قلعے میں آجاتا ہے پھر وہ بدکرداری سے بچ سکتا ہے۔ شادی سے زندگی میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ شادی سے نگاہیں پاکباز ہوتی ہیں۔ شادی نہ ہو تو لڑکا اور لڑکی شیطان کا ٹھکانہ بن جاتے ہیں ۔طرح طرح کے غلط خیالات ذہن میں آتے ہیں۔سارے انسانی بدن میں قلب سلیم اللہ کی راہ میں عظیم سرمایہ ہے۔یہ شادی کرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اگر بیوی فساد دین کا سبب بن جائے تو سمجھئے اس کا قلب سلیم یعنی سرمایہ حق ہی لٹ گیا۔اس کی عزت کو داغ لگ گیا۔زندگی خطرات سے

دوچار ہوئی۔ اگر خاوند بیوی کی ایسی حرکتوں پر زبان بند کرلے تو وہ بھی ان برائیوں کا شریک ہوا۔ اگر ناہنجار بیوی کو بری حرکتوں سے منع کرے تو گھریلو سکون جاتا رہا۔ اسی لئے رسول اللہ نے فرمایا دیندار عورت کو پسند کرنا، جو دینی معاملات میں آپکی معاون ہوگی نہ کہ آپ کے لئے زنجیر پا بن جائے گی اور نہ دینی کاموں میں آپ کے لئے رکاوٹیں پیدا کرے گی۔ جو عورت اللہ کے خوف اور دین سے عاری ہو تو وہ اپنے دام مکروفریب میں خاوند کو زندگی بھر گھمائے رکھتی ہے۔ خاوند کے ہوش ٹھکانے نہیں آنے دیتی۔

لوگ جوڑوں کے لئے کفو تلاش کرتے ہیں مال میں یا جمال میں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین سے بڑھ کر کوئی کفو نہیں۔ جو آدمی اوامر اسلام کا پابند، اور منکرات سے مجتنب ہوگا۔ وہ بیوی کے حقوق سے آشنا ہوگا اور ادائے حقوق میں کوتاہی نہ کرے گا۔ وہ اپنی بیوی کے لئے امین ہوگا۔ وہ ادھر ادھر غیر محرموں سے آشنائیاں نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا جسم سارے کا سارا، میری بیوی کی امانت ہے اور وہ آنکھ سے، زبان سے، ہاتھ سے، یا کسی ایسی حرکت سے، جو جنسی خواہش کا مظہر ہو، امانت میں خیانت نہیں کرے گا۔ اسی طرح نیک سیرت بیوی اپنی عصمت کی مکمل حفاظت کرتی ہے کہ وہ کسی ایک ہی کی امانت ہے۔ اس میں خیانت نہ ہونے پائے۔ وہ اپنے شوہر کے گھر کی بھی محافظ ہے۔ وہ اپنے خاوند کی اولاد کو بہترین تربیت دیتی ہے دین ہی غضب وشہوت کی حدبندی کرتا ہے۔ دین

نہ ہو تو لوگ شرم وحیا کی حدیں پھلانگ جاتے ہیں اور معاشرے سے سکون اڑا دیتے ہیں۔ خود بھی ہلاکتوں میں پڑتے ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کرتے ہیں ایسے فرد کی زندگی کیا حیثیت رکھتی ہے جس سے مخلوق خدا تنگ آجائے۔ ایسے فرد کا تو جینے کی بجائے مر جانا بہتر ہے وہ تو اللہ کی زمین پر بوجھ ہے۔

گھریلو زندگی کو خوشگوار رکھنے کے لئے اسلام نے خوب رہنمائی کی ہے۔ گھریلو ماحول خشک نہیں ہونا چاہیے میاں بیوی میں خوشیوں کے تبادلے ہوتے رہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص روزانہ روزہ رکھتے۔ آپ ﷺ نے بلا بھیجا۔ فرمایا: "زیادہ روزے رکھنے کا شوق ہے تو ایک دن چھوڑ دو اور ایک دن روزہ رکھو۔ کیونکہ تیرے ذمے تیرے بدن کا حق ہے تیری بیوی کا حق ہے۔" (بخاری، مسلم)

شادی کے لئے لڑکے لڑکی کا انتخاب سکولوں اور کالجوں کی بجائے گھروں میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہر بچے کی صحیح سیرت کا پتہ اس کے گھر سے لگ سکتا ہے۔۔ سکولوں اور کالجوں سے نہیں۔

حق مہر کا مسئلہ

ہر ملک میں سماجی روایات کی جکڑبندیاں اتنی زیادہ ہیں کہ وہ عموماً رسوائے انسانیت کی وجہ بنتی ہیں۔ حالانکہ پیغمبر اسلام ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے ان سماجی غلط رسوم کے خاتمے کے لئے۔ قرآن کہتا ہے:

ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم

"ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔" (سورۃ الاعراف: ۷:۱۵۷)

یہاں امریکہ میں ایک مسلمان نے بتایا کہ میں نے شادی کے لئے کئی لوگوں سے درخواست کی کہ مسلمان بیوی مل سکے، لیکن ہر ایک نے ایسی ایسی شرائط پیش کر دیں کہ میرے لئے پوری کرنا ناممکن تھا۔ کوئی کہتا ہماری بیٹی کو ڈھیر سارا حق مہر دو، اتنا زیور لاؤ، ہماری بیٹی کے نام ایک بہترین مکان بنواؤ وغیرہ۔ بالآخر مجھے جب مسلمانوں نے رد کر دیا تو تنگ آکر ایک غیر مسلم عیسائی عورت سے شادی کر لی، جس پر میرا کوئی خرچ نہ آیا۔ لیکن اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت بیٹا دیا، تو اب وہ بھاگتا، کھیلتا ہے مگر ماں عیسائی ہے۔ تو بیٹے کو اسلام کیا سکھاتی؟ حتیٰ کہ میرے بیٹے کو ماں کی گود میں اللہ کا نام بھی نہ سکھایا گیا یہ میرے لئے اور عذاب ہے۔

مہر معجّل یا موجل کیا ہے؟

مودودی صاحب اپنی کتاب "حقوق الزوجین" میں قرآنی آیات کے استدلال کے بعد لکھتے ہیں: "پس نکاح کے وقت عورت اور مرد کے درمیان مہر کی جو قرارداد ہوئی ہو اس کو پورا کرنا مرد پر لازم ہے۔ اگر وہ اس قرارداد کو پورا کرنے سے انکار کر دے تو عورت کو حق ہے کہ اپنے نفس کو اس سے روک لے۔ یہ ایک ذمہ داری ہے جس سے سبکدوش ہونے کی

صورت مرد کی لئے بجز اس کے نہیں ہے کہ عورت یا تو اس کو مہلت دے یا اس کی ناداری کا لحاظ کر کے بخوشی معاف کر دے، یا اس پر احسان کر کے برضا و رغبت اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔"

مودودی صاحب مزید لکھتے ہیں: "اوپر جو مہلت دینے کا ذکر ہوا۔ اسی کو مہر مؤجل کہتے ہیں۔ مگر آجکل مہر مؤجل کا مفہوم یہ ہو گیا ہے کہ نکاح کے وقت ہزاروں لاکھوں کی دستاویز، یہ سمجھ کر لکھ دی جاتی ہے کہ کون لیتا ہے اور کون دیتا ہے گویا ابتدا ہی سے ادا کرنے کی نیت نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس نیت کے ساتھ جو نکاح کیا جائے وہ اللہ کے ہاں فاسد ہے۔ حقیقی مہر مؤجل وہ ہے۔ جس میں واضح طور پر مدت کا تعین کیا گیا ہو کہ مرد اتنی مدت میں اسے ادا کرے گا۔ اور جس مہر کی قرارداد میں مدت کا تعین نہ ہو وہ عند الطلب (On Demand) کی حیثیت رکھتا ہے۔ مہر معجّل وہ ہے جو وقت نکاح فوراً ادا کر دیا جائے۔ اور یہ ادائیگی زیادہ اچھی ہے جائے قرض سر پر چڑھانے کے۔

مہر زیادہ لکھوانا

لڑکی کی طرف سے عورتیں عموماً بڑے فخر سے، زیادہ مہر لکھوانے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ لڑکا ادا کر سکے یا نہ کر سکے، لیکن وہ نفسیاتی دباؤ میں تو رہے گا۔ اور لڑکی کی زیادہ قدر کرنے پر مجبور ہو گا۔ تھوڑا سا اس کو گہرائی سے سوچیں، کیا یہ لڑکی کے ساتھ بھلائی ہے؟ شادی کا وقت انسان

کی زندگی میں بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس وقت کی ایک ایک حرکت لڑکے کو زندگی بھر یاد رہتی ہے۔ وقتی طور پر، وقت نکاح زیادہ مہر لکھوا بھی لیا جائے، تو کل خدانخواستہ مرد کے گھر میں ساری زندگی کتنے نشیب و فراز آتے ہیں ان پریشانیوں میں کون اس لڑکی کا سہارا بن سکتا ہے۔ اگر پہلے روز دولہا کو مقروض کر دیا گیا تو وہ لڑکی کو گھر میں کئی بار عار کے طور پر سناتا رہے گا۔ اس عار کی ٹھیس تو وہی لڑکی سہتی رہے گی جو اس خاوند کے گھر بیوی بن چکی ہے۔ کوئی دوسری عورت اس لڑکی کا سہارا نہیں بن سکتی۔ لہٰذا لڑکی کو اگر مستقبل میں خوش رکھنا مطلوب ہے تو ناروا بوجھ دولہا پر نہ ڈالا جائے تاکہ دونوں میاں بیوی کا مستقبل روشن رہے۔

بعض دفعہ لڑکے والے صرف اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے زیادہ مہر لکھوا دیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی بھر لڑکا ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ کیا یہ جھوٹ نہیں ہے، کیا یہ دھوکہ نہیں ہے۔ جبکہ خطبہ نکاح میں یہ آیت پڑھی جاتی ہے۔

یا ایُّھا الّذین امنو اتّقو االلہ وقولوا قولاً سدیدًا۔ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔''

سیدھی سیدھی بات کرنے کا حکم دیا جاتا ہے مگر نیتوں میں کھوٹ رکھ لیا جاتا ہے کہ جتنا مرضی مہر لکھ لو ہم نے کونسا دینا ہے۔ بیوی سے معاف کروالیں گے۔ یہ کتنی بڑی شرم کی بات ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت

سے معافی کا سوال کرے، اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ اگر تمہاری اتنی اوقات نہ تھی تو بھاری مہر لکھوایا کیوں تھا؟

اس لئے اسلام قدم قدم پر میانہ روی کا حکم دیتا ہے۔ اتنے ہی پاؤں پھیلاؤ جتنی تمہاری بساط ہے۔

مفتی اعظم شیخ بن باز کا فتویٰ

مشروع بات یہ ہے کہ مہر میں تخفیف اور اس کی رقم تھوڑی ہو اور اس بارے میں بہت سی وارد احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ شادی کو آسان بنانا اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی عفت پر حریص ہونا چاہیے۔ ایسی شرطیں لگا کر شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خير الصداق اليسره (رواہ ابوداؤد) ترجمہ: ''بہترین حق مہر وہ ہے جو زیادہ آسان ہو۔''

رسول اللہ ﷺ کی سب بیویوں کے حق مہر پانچ سو درہم تھے۔ جو آجکل کے حساب سے ایک سو تیس ریال بنتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی بیٹیوں کے حق مہر، چار سو درہم تھے جو تقریبا سو ریال بنتے ہیں۔

شیخؒ فرماتے ہیں: جب شادی کی تکالیف کم ہونگی تو شادیاں آسان ہونگی اور امت فواحش و منکرات سے بچے گی۔ اگر تکلفات بڑھائیں گے تو شادیاں کم ہونگی۔ زنا عام ہوگا۔ نوجوان مرد اور عورتیں مجرد رہیں

کے۔ لہٰذا ہر جگہ کے تمام مسلمانوں کو میری نصیحت ہے کہ نکاح میں آسانی اور سہولت پیدا کریں۔ لمبے چوڑے حق مہر کے مطالبہ سے پوری پوری پرہیز کریں۔ اسی طرح ولیموں میں سادگی اپنائیں اور بھاری اخراجات سے بچیں۔ (فتاویٰ ابن باز جلد اول)

مہر مؤجل قرض ہے

شادی کے وقت اگر آپ کی جیب بھاری مہر کی اجازت نہیں دیتی تو اتنا مہر ادا کر دیں جو آسانی سے ادا ہو سکے۔ کس حکیم نے کہا ہے کہ خوشی کے موقع پر مقروض ہو کر رہ جاؤ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ مرنے سے پہلے ادا ہو گا کہ نہیں؟ رسول اللہ ﷺ مقروض آدمی کی نماز جنازہ نہیں پڑھایا کرتے تھے۔ پھر یہ قرض عام قرض کی طرح نہیں ہے جسے وارث ادا کریں۔ اس پر مودودی صاحب لکھتے ہیں: "مجھے ان فقہاء سے سخت اختلاف ہے جو ایسے مہر کو شوہر کی وفات کے بعد واجب الادا بتاتے ہیں گویا نکاح تو شوہر کرے اور مہر اس کے وارثوں پر عائد ہو۔ یہ چیز مذکورہ بالا آیات قرآنی کی روح کے بالکل خلاف ہے اور اس فتوے کے لئے قرآن و سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ (حوالہ حقوق الزوجین)

عقلاً بھی یہ بات درست نہیں ہے کہ شادی کے مزے تو شوہر لوٹے اور مہر کا قرض کوئی اور ادا کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر مفتی یہ بات کھول کھول کر لکھ رہا ہے کہ مہر حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے حافظ عبداللہ

محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مہر حسب حیثیت باندھنا چاہیے جو ادا ہو سکے۔ جو لوگ نام اونچا کرنے کے لئے مہر زیادہ باندھ لیتے ہیں اور ادا کرنے کی نیت نہیں ہوتی وہ نکاح نہیں زنا ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں ایسے شخص کو زانی کہا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاوی اہلحدیث جلد دوم)

علامہ منذریؒ نے الترغیب والترھیب جلد دوم اور جلد سوم میں دوبارہ اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ایما رجل تزوج امرأة ینوی ان لا یعطیها من صداقها شیاء مات یوم یموت، وهو زان (رواه الطبرانی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی عورت سے شادی کی اور نیت یہ کی کہ بیوی کا حق مہر نہیں دے گا (یعنی معاف کروالے گا وغیرہ) وہ جس روز مرے گا زانی کی حیثیت سے مرے گا۔

مہر معاف کرنے کروانے کا مفہوم

قرآن یہ حکم دیتا ہے: وآتوا النساء صدقتهن نحلة

"اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔" (سورۃ النساء: ۴)

فما استمتعتم به منهن فآتوهن أجورهن فريضة

"پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض ادا کرو۔" (سورۃ النساء: ۲۴)

یعنی ضروری بات یہ ہے کہ مہر ادا کیا جائے۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو شریعت اسلامی میں مجبوریوں کو عام قانون سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔ اس

پر قرآن کہتا ہے: ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ
(حوالہ مذکورہ) "البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی
سے تمہارے درمیان کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔
"اس آیت میں "کوئی حرج نہیں" کا جملہ یہ اجازت نہیں دیتا ہے کہ مرد
اپنی بیوی سے زبردستی مہر معاف کروائے۔ بلکہ اس حکم کی مزید تشریح اسی
سورت کی آیت نمبر ۴ میں یہ ہے: فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا
فکلوہ ھنیئا مریئا. "البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں
معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔" یعنی معافی اگر عورت
اپنی خوشی سے دے تو دے، ورنہ زبردستی نہیں کی جا سکتی۔ عورت کو صنف
نازک کہا گیا ہے۔ مغرب زدہ عورتیں حقوق نسوانی کے خمار میں چاہے کتنا
ہی زور لگا لیں پھر بھی عورت صنف نازک ہی رہے گی۔ مغربیوں کا بلند پایہ
شاعر شیکسپیر بھی یہی کہتا ہے: اے نزاکت تیرا اصل نام عورت
ہے۔(FRAILTY, THY NAME IS WOMAN) اس لئے
عورت کے ساتھ اگر ہمدردی ہے تو شادی کے وقت حق مہر بھاری مقرر نہ
کئے جائیں ورنہ دلہن بیچاری زندگی بھر دولہا کے طعنے سنے گی اور وہ زبردستی
مہر معاف کروانے کے حیلے تراشے گا۔ اگر دلہن معاف نہیں کرے گی تو
دولہا صاحب اپنی بیوی کو پریشان رکھے گا۔ دوراندیشی یہ ہے کہ وقت نکاح
ہلکے پھلکے مہر ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں شادیوں کی آسانیاں

(1) قال ﷺ :من اعطى فى صداق امرأة سويقا اوتمر ا فقد استحل (رواه ابو داؤد)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی نے مہر میں عورت کو ستو یا کھجوریں دے دیں اس نے حلال کر لیا۔''

(2)عن عبدالله بن عامر ابن ربيعه ،عن ابيه ، ان النبى ﷺ اجاز نكاح امرأةعلى نعلين (اخرجہ ترمذی)

''عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے دو جوتیوں کے عوض ایک عورت کے نکاح کو بر قرار رکھنے کی اجازت دی۔''

(3) عن سهلؓ بن سعد قال زوج النبى ﷺ رجلا امر اةبخاتم من حديد (رواہ الحاکم) ''کہ نبی ﷺ نے ایک مرد کا نکاح ایک عورت سے کر دیا، لوہے کی ایک انگوٹھی مہر میں دے کر۔''

دار قطنی کے حوالے سے حضرت علیؓ کا قول ہے کہ مہر دس درہم سے کم نہیں۔ لیکن اس روایت کے سب اسنادی طریقے ضعیف ہیں۔

(4)عن انسؓ عن النبى ﷺ انه اعتق صفية وجعل عتقها صداقها (متفق علیہ)

''آپ ﷺ نے صفیہؓ کو آزاد کیا (غلامی سے) اور اس کی آزادی اس کا حق مہر قرار دیا۔''

علامہ صفی الرحمن مبارکپوری (حفظہ اللہ) نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کسی منفعت بخش چیز کو مہر مقرر کرنا درست ہے کیونکہ آزادی بھی منفعت ہے اور اس کی تائید میں وہ واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے تعلیم قرآن کو مہر مقرر کیا تھا۔

(5) عن ابن عباس قال: لما تزوج علیؓ فاطمةؓ قال له رسول الله ﷺ اعطها شيئا قال، ما عندی شیئی قال: فاین درعك الحطيمه (رواہ ابو داؤد)

"جب حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے نکاح کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے کچھ دو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا، میرے پاس کچھ بھی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے؟"

اس فرمان سے یہ ثابت ہوا کہ سسر حق مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ البتہ داماد (دولہا) سے وہی چیز طلب کرے، جو اس کے پاس ہو، ایسی چیز کا تقاضا یا مطالبہ نہ کیا جائے جو اس کے بس میں نہ ہو۔

(6) ام سلیمؓ ابو طلحہ سے پہلے مسلمان ہوئی۔ ابو طلحہ نے ام سلیم کو پیغام نکاح بھیجا۔ تو ام سلیم نے جواب دیا: انی قد اسلمت ، فان اسلمت نكحتك فاسلم فکان صداق ما بینھما (رواہ نسائی)

میں مسلمان ہو چکی ہوں اگر آپ بھی اسلام قبول کر لیں تو میں آپ سے شادی کر سکتی ہوں۔ وہ مسلمان ہو گئے اسلام قبول کرنا دونوں میاں بیوی

کے درمیان حق مہر پایا۔

نکاح سے قبل منگیتر کو دیکھنے کا مسئلہ

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات یہ ہیں:

(1) عن المغیرۃ ابن شعبۃ انہ خطب امراۃ فقال النبی ﷺ: انظر الیھا فانہ احری ان یودم بینکما (ترمذی)

ترجمہ: "مغیرہ نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھ لو۔ کیونکہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت و اتفاق پیدا کرنے کے لئے مناسب تر ہوگا۔"

(2) عن ابی ھریرۃ قال کنت عند النبی ﷺ فاتاہ رجل فاخبرہ تزوج امراۃ من الانصار فقال لہ ﷺ انظرت الیھا؟ قال، لا. قال ﷺ: فانظر الیھا فان فی اعین الانصار شیئا (مسلم)

"حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے انصار میں سے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور اس کو دیکھ لے۔ کیونکہ انصار کی آنکھوں میں عموماً عیب ہوتا ہے۔ نواب صدیق حسن نے لکھا ہے: وہ عیب آنکھ کا چھوٹا ہوتا یا آنکھ زرد ہونا ہے (الروضۃ الندیۃ جلد اول)

(3) قال رسول الله ﷺ اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل (ابو داؤد) آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا اس میں کوئی چیز ہے جو اس کو اس عورت کے ساتھ نکاح کی رغبت دلانے والی ہو۔"

ان تینوں احادیث میں دیکھنے کی اجازت جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اس کا سبب (Reason) اور علت کیا ہے؟ محض لفظ اجازت کو لے لینا اور اس کی تعلیل کو نہ دیکھنا یہ حدیث نبوی ﷺ سے مذاق کے مترادف ہے۔

فرامین پیغمبر ﷺ کی روح کیا ہے؟

پہلی حدیث میں حضرت مغیرہؓ کو حکم اس لئے دیا فانہ احری ان یؤدم بینکما "کہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت و اتفاق پیدا کرنے کے لئے مناسب تر ہو گا۔" یعنی نکاح کرنے اور بعد نکاح، محبت میں اضافے کا موجب ہے۔ دوسری حدیث میں انصار کی عورتوں کی آنکھ چھوٹی ہوتی ہے قبل نکاح دیکھ لو تاکہ بعد نکاح عیب جوئی نہ کرنا۔ تیسری حدیث میں فرمایا ممکن ہو تو دیکھ لو۔

اس حدیث کی تشریح میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے اذا خطب احدکم امراۃ فلا جناح علیہ ان ینظر الیھا ، اذا کان انما

ینظر الیہا الخطبة ، وان کانت لا تعلم(مسند احمد) "جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اس پر حرج نہیں کہ مخطوبہ کو دیکھ لے۔ یہ پیغام نکاح کی غرض سے دیکھنا ہوگا اگرچہ اس عورت کو دیکھنے کی خبر بھی نہ ہو۔"

مذکورہ احادیث پر غور

چاروں احادیث میں مشترک بنیادی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود، نکاح کے بندھن کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہے ان احادیث سے یہ بات کہاں مطلوب ہے کہ لڑکے کو سانڈھ بنا کر چھوڑ دیا جائے کہ طرح طرح کی بکریوں کو سونگھتا پھرے اور کئی بکریوں کو ناپسند کرتا ہوا کسی ایک بکری کو بعد از کوشش بسیار منتخب کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ظلم بھری دنیا میں عورت کو پستیوں سے نکال کر بلندیوں تک پہنچا دیا تھا لڑکے اور لڑکے والوں کو تو شاید یہ بات اچھی لگے کہ گھر گھر لوگوں کی دوشیزاؤں کو دیکھتے پھریں۔ لیکن جس کی بیٹی کو دیکھ کر جانے والے ناپسند کرتے جائیں، اس لڑکی، اور لڑکی کے والدین پر کیا گزرتی ہوگی؟ کبھی اس بات کا بھی اندازہ لگایا گیا ہے کیا عورت کو انسانیت کے درجے سے گرا کر، ایک گائے، بھینس، بکری بنانا عدل وانصاف ہے؟ یہ نری بے ہودگی ہے۔ اسلام تو انسانیت کا علمبردار ہے، حیوانیت کا نہیں۔ لہٰذا نکاح کرنے کی غرض سے دیکھنا جائز ہے نہ کہ محض چسکے لینے کے لئے۔

والدین کو نظر انداز کر دینا

جن لڑکوں کے والدین زندہ ہوں اور وہ والدین کو نظر انداز کرکے خود لڑکیاں تلاش کریں تو ان جیسا بے نصیب کوئی نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے تو صرف ایک سرسری نظر دیکھنے کی رخصت ہے۔ کیا ایک نظر دیکھنے سے لڑکی کا سارا پس منظر واضح ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تفصیلی تحقیقات تو والدین ہی کر سکتے ہیں۔ پھر والدین کے زندگی بھر کے تجربات و مشاہدات لڑکے سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ اولاد کو تو بہت ساری چیزوں میں بھلائی برائی کی تمیز نہیں ہوتی جب تک والدین کا سر پہ سایہ رہتا ہے اولاد کو ہزاروں مفید مشورے نصیب ہوتے ہیں۔ والدین کی قیمت کا اندازہ ان سے پوچھیں جنہوں نے یتیمی میں شعور کی آنکھ کھولی تھی۔

معاشقے کی شادیاں

ہمارے نبی محترم ﷺ نے فرمایا: **لا یخلون رجل بامرأة ولا یحل لامرأة ان تسافر الا ومعہا ذو محرم** (بخاری مسلم)

"بغیر محرم کے کسی تنہا عورت سے کوئی مرد نہ ملے، اور نہ ہی عورت تنہا سفر کرے۔"

یعنی اہل مغرب کی طرح لڑکے اور لڑکی کو تنہا نہ چھوڑا جائے کہ وہ ایک

دوسرے سے آزادانہ میل جول کریں اور معاشقے لڑائیں۔ ہمارے مشرقی معاشرے میں LOVE MARRIAGE کو غیرت مند والدین گوارا نہیں کرتے چہ جائیکہ بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ بنائے جائیں، تاکہ شادی کے انتخاب میں سہولت ہو۔ یہ سراسر کافرانہ نظریہ ہے اس فحاشی اور عریانی کو اسلام جیسا پاکیزہ مذہب برداشت نہیں کرتا۔ یہ انسانیت کی تذلیل ہے۔ جن سوسائٹیوں میں یہ رواج چل نکلے ہیں ان کی پاکیزگی کہاں باقی رہ گئی ہے کوئی لڑکی کسی پاکباز لڑکے کو کنواری نہ مل سکے اور نہ کسی پاکیزہ لڑکی کو باعصمت لڑکا مل سکے۔ مگر افسوس کہ ہمارے مسلم ممالک کے حکمران یہی کلچر اور تہذیب اپنے ملکوں میں پھیلانے پر تلے ہوئے ہیں COURT SHIP جیسے موذی و متعدی امراض کو دعوت دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اگر خاص حالات میں منگیتر کو ایک نظر دیکھنے کی رخصت دی تو اسی کو بہانہ بنا کر ہمارے نام نہاد مسلم معاشرے، لڑکی کو خوب سجا کر، لڑکے کو دکھانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں جبکہ نہ ابھی نکاح ہوا نہ شادی ہوئی۔ بلکہ منگیتر کے گھروں میں آزادانہ آنا جانا شروع ہو جاتا ہے نکاح سے پہلے ہی۔ اور بے غیرت والدین لڑکے لڑکی کو تنہائی اور خلوتوں کے خود مواقع فراہم کرتے ہیں۔

بے وقت کی شادیاں

عن علیؓ ان النبی ﷺ قال له: یا علی: ثلاث لا تؤخرها

الصلاۃ اذااتت، والجنازۃاذا حضرت و الایم اذا وجدت لھا کفوا(ترمذی)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرنا جب وقت ہو جائے نماز کو دیر نہ کرنا، کوئی فوت ہو جائے تو جنازے میں دیر نہ کرنا، جب کسی مجرد مرد و زن کا رشتہ ملے فوراً نکاح کرنا، دیر نہ کرنا۔"

شیطان نے ہمیں اپنے دین سے اتنا دور کر دیا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اپنی جوانیاں برباد کر رہے ہیں چونکہ معیار (کفو) ہم نے دنیا کو بنا لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دینداری کے رشتے قابل ترجیح بنانا مگر ہم نے دنیوی تعلیم پڑھاتے پڑھاتے بچوں کو ڈاکٹر یا انجینئر تو بنا لیا، اب ان کا ہم پلہ رشتہ نہیں ملتا۔ یعنی عنفوان شباب سے لے کر بھرپور جوانی تک عمر پڑھنے میں برباد کی۔ اور پھر ہم پلہ رشتہ ڈھونڈنے میں مزید جوانی کا ستیاناس کیا۔ جب تیس پینتیس سال کی عمر میں شادی ہو گی تو اس میں کیا لطف زندگی ہوگا۔ آغاز جوانی کے سب ترنگ جاتے رہے۔ اب ادھیڑ عمر میں سنجیدگی ہوتی ہے جوانی اور شادی کا حقیقی وقت گزر چکا ہوتا ہے۔

میں نے ایک شیعہ مذہب کی انگلش کتاب مطالعہ کی تھی۔ اس میں ایک حدیث بہت خوب ذکر ہوئی کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "جوان لڑکے اور لڑکی کی مثال ایک پکے ہوئے رس بھرے پھل کی طرح ہے جو شاخ پر لٹک رہا ہے۔ اگر اس پھل کو بروقت نہ اتارا گیا تو کوے اور دیگر

پرندے چونچیں مار مار کر اسے برباد کر دیں گے یا شاخ پر لٹکتے لٹکتے وہ پھل سوکھ جائے گا۔"

اس مثال کو سامنے رکھیں اور ذرا گہری نظر سے غور کریں جب قدرت نے ہر لڑکے اور لڑکی کی فطرت میں بالغ ہو جانے کے بعد جنسی خواہش کا تقاضا ودیعت کیا ہے۔ تو وہ والدین نہایت احمق ہیں جو نہیں سوچتے کہ بچے اور بچی کی بلوغت کے بعد شادی کریں۔ ورنہ وہ غلط راہوں پر لگ جائیں گے یا خفیہ طور پر اپنی جنسی تسکین کا سامان کریں گے۔ اپنے جوہر انسانیت کو خلاف فطرت ضائع کریں گے اور اس کے ضمن میں کئی امراض کا شکار ہوں گے۔

بڑی عمر میں شادی

جب آدمی بڑی عمر میں شادی کرتا ہے تو پہلے پہل یہ تمنا ہوتی ہے مغرب زدہ لوگوں میں، کہ ابھی بچے پیدا نہیں کرنے چند سال لطف حیات حاصل کریں گے۔ جب اولاد کی تمنا ہوتی ہے تو بڑی عمر میں اولاد پیدا ہو گی، جب اولاد شعور کی آنکھ کھولے گی تو باپ کے بال سفید ہو رہے ہوں گے پھر وہ اپنے بڑھاپے کو چھپانے کے لئے مصنوعی طور پر، بالوں کو سیاہ کرے گا۔ حالانکہ اتنی عمر میں بچہ، اپنا چھپ نہیں سکتا۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ شاید یہ دادا پوتا جا رہے ہیں، خود تو معاشی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر شادی کی۔ لیکن اولاد کا کیا قصور ہے جس نے اپنے باپ کو سمجھدار ہو کر بوڑھا

پایا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حکم پیغمبر ﷺ کے مطابق جلد شادی کرتے ہیں۔ گناہوں سے بچتے ہیں۔ اور اپنی جوانی کے عالم میں بیٹوں کو جوان پاتے ہیں۔ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ باپ بیٹا نہیں، بھائی بھائی ہیں۔ ایسے بیٹے بھائیوں کی طرح آدمی کے دست و بازو بنتے ہیں۔

لمبی چوڑی باراتیں اور بھاری جہیز لعنت ہیں

کافی عرصہ ہوا کسی پاکستانی اخبار میں پڑھا تھا کہ جہیز میسر نہ آنے کی صورت میں چالیس لاکھ بیٹیاں اپنی جوانی کے دن گن رہی ہیں اور بوڑھی ہو رہی ہیں۔ اگر سماج کے رواج ہندوانہ نہ ہوتے تو یہ عالم نہ ہوتا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری (اللہ تعالیٰ ان کے اعلیٰ علیین میں درجات بلند فرمائے) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "قرآن مجید میں ایک عام اصول ہے کہ اخراجات شادی کل مرد کے ذمے ہیں۔" چنانچہ فرمان ہے:

الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

(سورۃ النساء: ۳۴)

"مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔"

آنحضرت ﷺ نے جب اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہا تو داماد (حضرت علیؓ) سے مہر وصول کر کے اس سے زیور وغیرہ بنوا کر، کچھ اپنے پاس سے بھی دیا۔ اور بیٹی رخصت کی۔ ہاں دعوت بارات کا خرچ ایک زائد چیز ہے۔ یہ دعوت لڑکی والے پر ضروری نہیں، وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے ننگ و نمود کے لئے کرتا ہے۔

تاہم اگر لڑکی والے میں اتنی ہمت نہیں، اور لڑکے والا احسان سے اس کا بوجھ خود اٹھائے، تو منع نہیں۔

"لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (سورۃ البقرہ)

آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔"

یہ عام قانون ہے۔ لازمی طور پر اس پر بوجھ ڈالنا جائز نہیں۔ تنگ دستی کی وجہ سے، جوان لڑکی کی شادی کو ملتوی کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "بالغہ لڑکی کی شادی نہ کرنے سے جو خرابی پیدا ہو اس کا وبال اس کے ولی پر ہے۔" (فتاوی ثنائیہ جلد دوم)

مولانا خالد گھرجاکھی نے تحریر کیا ہے: جب علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی کی خواہش کا علم کروایا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر حضرت علیؓ نے اپنی زرہ فروخت کی۔ جو چار سو اسی درہم میں فروخت ہوئی۔ اس سے کچھ کپڑے اور خوشبو خریدی اور کچھ مہر ادا کیا۔ اور باقی رقم

ت ولیمہ کی دعوت کی۔ نکاح سے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد باقاعدہ رخصتی ہوئی۔ اسی وقت تک حضرت علیؓ، رسول اکرم ﷺ کے ہاں رہتے تھے۔ اس لئے جب رخصتی کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: علیؓ کوئی مکان کرائے پر لے لو۔ چنانچہ حارث بن نعمان کا مکان ملا اور حضرت علیؓ ملکہ جنت کو رخصت کرا کے اس میں لے گئے۔

حضرت فاطمہؓ کو جو گھر سے جہیز ملا، اس کی کل کائنات تھی۔ ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں، (ہاتھوں سے آٹا پیسنے کی) اور ایک مشکیزہ۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہی چیزیں حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک، ان کی رفیق رہیں۔ اور حضرت علیؓ اس میں کوئی اضافہ نہ کر سکے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کی زندگی نہایت فقیرانہ تھی۔ (حوالہ سیرۃ الاخوینؑ)

علامہ ہندی، یشکری کے حوالے سے یہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا:

اجعلوا ثلثین فی الطیب وثلثا فی الثیاب

جو رقم زرہ فروخت کر کے حضرت علیؓ کو چار سو اسی درہم ملے اس سے حکم ہوا کہ دو تہائی رقم سے خوشبو خریدو اور ایک تہائی سے کپڑے خریدو۔ (کنز العمال جلد: ۱۶)

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بطور میاں بیوی رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کار یہ کی کہ:

قضى علی ابنته فاطمة بخدمة البيت ، وقضى علی
علیّ بما كان خارجاً من البيت من الخدمة ۔
(کنز العمال جلد ۱۶ : حدیث ۴۴۸۱۸)

"بیٹی فاطمہؓ اندرون خانہ ذمہ داریاں نبھائے گی۔ اور داماد
علیؓ بیرون خانہ کے سب کام کریں گے۔"

جہیز کے بارے میں مزید وضاحت

السیدؒ سابق مصری نے فقہ السنۃ جلد دوم میں ایک عنوان لکھا ہے
"الجھاز" اس باب کے تحت روایت ذکر کی ہے۔

عن علیؓ قال: جهز رسول الله ﷺ فاطمة فی
خميل ، وقربة، ووسادة حشوها اذخر
(رواہ النسائی)

"حضرت علیؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فاطمہؓ کو
جہیز میں ایک پانی والی مشک ، ایک تکیہ جس میں گھاس
بھری ہوئی تھی ، اور ایک سیاہ رنگ کی چادر عطا کی تھی۔"

اس روایت سے قبل سید مرحوم لکھتے ہیں : جہیز کچھ گھریلو
چیزیں ، بیوی کے والدین ، اس کی شادی کی خوشی میں دیتے ہیں۔ پھر لکھتے
ہیں :

واما المسنون عن اعداد البيت اعدا شرعيا ،

وتجهيز كل ما يحتاج له من الاثاث، والفرش ،والا دوات، فهو الزوج والزوجةلا تسأل عن شئى من ذلك۔

"گھر کی تیاری شرعی طور پر خاوند کے ذمے ہے۔ بلکہ جو بھی اشیاء ضرورت خانگی، بستر، سامان وبرتن وغیرہ۔ لیکن بیوی ان چیزوں کو مہیا کرنے کی ذمہ دار نہیں ہے۔

(حوالہ مذکورہ)

بھاری جہیز کی رسم دراصل ہندوؤں میں ہے جو اکثر اخبارات میں آتا رہتا ہے کہ کوئی دلہن اگر دولہا کی خواہش کے مطابق جہیز نہ لا سکی تو اسے اتنا تنگ کر دیا گیا کہ وہ اپنے اوپر تیل وغیرہ چھڑک کر، آگ میں جل کر مر گئی۔ کتنے ہی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

وہی ہندوانہ رسم ہمارے نام نہاد مسلمان جاگیرداروں نے اپنا لی اور اس جہیز پر نمود و نمائش کے لئے بے تحاشا خرچ کر ڈالا۔ پھر اس جہیز کی خرچ کے بہانے ،بیٹیوں کو جائیداد کی وراثتی حصے سے محروم کر دیا۔ اور کہا کہ جہیز کے وقت اپنی جائیداد کا حصہ وصول کر چکی ہے جو کہ اللہ کی شریعت سے تمسخر ہے۔ یہ کارنامہ تو کیا وڈیروں اور جاگیرداروں نے۔ ایک تو مالدار ہیں، دوسرا وہ جائیداد سے بیٹیوں کو محروم کرتے ہیں۔

جہالت یا جہیز

ان ظالموں کی دیکھا دیکھی مسلم معاشرے کے درمیانے اور غریب طبقے نے بھی، بھاری جہیز اور لمبی چوڑی باراتوں کا اہتمام کیا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ظالم اور حرام خور مالداروں کی ریس میں، عام لوگ بھی زندگی بھر مزدوریاں کر کے، جہیز کی تیاری برسوں میں کرتے ہیں۔ پھر شادی کے وقت جہاں جہاں سے ممکن ہوتا ہے قرض لیتے ہیں۔ مزید بر آں رشتے اپنی حیثیت سے بڑے تلاش کرتے ہیں۔ اب بتائیے ان تمام صورتوں میں زندگی خوشحال ہوگی یا بد حال ہوگی؟

جہیز حالانکہ محض ایک تحفہ تھا جیسا کہ مولانا گوہر رحمٰن (حفظہ اللہ) نے لکھا ہے: جہیز ایک عطیہ اور تحفہ ہے جو بیٹیوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ میراث کا بدل نہیں ہے۔ میراث بعد موت تقسیم ہوتی ہے اور جہیز زندگی میں دیا جاتا ہے۔ البتہ بیٹی کو جہیز دینا نہ واجب ہے نہ حرام۔ اگر باپ یا بھائی اپنی بیٹی یا بہن کو رخصتی کے وقت اپنی مالی حیثیت کے اندر رہ کر، اپنی خوشی سے کچھ عطیہ دے تو خوشی کی بات ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ آجکل جہالت اور غلط قسم کی معاشرتی رسوم کی وجہ سے جہیز کو نکاح کا لازمی حصہ بنا دیا گیا ہے۔ عملاً اسے شرائط نکاح میں شامل کر دیا گیا ہے۔ شریعت نے تو نکاح کو آسان سے آسان تر بنایا ہے مسلمانوں نے اپنے لئے خود ہی نکاح کو مشکل بنا دیا ہے۔ (تفہیم المسائل

حصہ چہارم) آپ جس عالم شریعت کی کتاب دیکھیں گے، ہر ایک نے شریعت کی روشنی میں نکاح کو آسان بنایا ہے اور غلط رسم و رواج سے اظہار بیزاری کیا ہے۔

جن لوگوں نے خوف خدا سے عاری ہو کر، رشوتوں، سمگلنگ، چور بازاری، سود اور ملاوٹوں کے ذریعے حرام دولت کے ڈھیر لگائے ہیں۔ میرا عام مسلمانوں سے ہمدردانہ مشورہ ہے کہ شادیوں میں ان حرام خوروں کی ریت سے باز آجائیں۔ دنیاوی زندگی کی خوشحالی بھی اسلام کی پیروی میں ہے۔ ان رسموں کا برا ہو۔ کسی کے گھر بیٹی پیدا ہوتی ہے تو وہ ساری زندگی خوف زدہ رہتا ہے کہ بیٹی کو پالنا ہے، پڑھانا ہے، بعض لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ پر رازق ہونے کا شک ہوتا ہے اور وہ خود اولاد کے رازق بن بیٹھتے ہیں تو اپنی نابالغ بیٹیوں کے نام انشورنس کرواتے یا بنکوں میں ان کے نام سے فکسڈ ڈیپازٹ کرواتے ہیں کہ بیٹی کی شادی کے وقت اخراجات مہیا ہوں۔ کیسا خوف طاری کیا ہوا ہے لوگوں نے اپنے آپ پر، اور اپنی اولاد پر۔ حالانکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے بیٹی کو رحمت قرار دیا ہم نے اسے زحمت بنا لیا۔ آپ ﷺ نے بیٹی کی تعلیم و تربیت کو جنت کی بشارت بتایا، ہم نے اسے دنیا میں آثار جہنم بنا لیا۔ اللہ ہمیں ہدایت نصیب کرے۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے مقروض ہو کر وہی ٹھاٹھ باٹھ شادی میں کرتے ہیں، شادی ہالوں میں، ہوٹلوں میں، محلوں کی گلیاں بند کر کے، وسیع و عریض

شامیانے، اور دیگوں کی قطاریں، کھانے والوں کا ہجوم، جیسے حشر کا میدان برپا ہو۔ کھانا بھی جانوروں کی طرح دستر خوان پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کوئی سمجھائے کہ ان اخراجات سے بچو، اس میں آپ کا بھلا ہے۔ تو رسموں کے پجاری جواب دیتے ہیں: کیا کریں جی، دنیا میں جینے کے لئے دنیاداری رکھنی پڑتی ہے۔ یعنی یہ یقین ہے کہ رسمیں غلط ہیں لیکن چھوڑنا گوارا نہیں ایسی شادیاں کرنے والے والدین، بیٹیوں کی شادیاں کرنے سے پہلے برسوں تیاری کرتے اور شادیوں کے بعد مدتوں قرض اتارتے رہتے ہیں۔ ان سب پریشانیوں کا علاج رسول اللہ ﷺ کے ایک ہی فرمان میں موجود ہے۔

انظر الی من هو تحتك و لا تنظر الی ما هو فوقك

"اپنے سے کمتر کو دیکھ، اپنے سے برتر کو نہ دیکھ۔"

(رواہ ابن حبان، حدیث صحیح)

اس حدیث کو اگر ساری زندگی پر وسعت دے لیں تو پریشانیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ پریشانیاں تو اسی وقت ہوتی ہیں جب اپنے سے زیادہ حیثیت والوں سے رشتے بنائیں۔ پھر ساری زندگی ان سے جوتے کھائیں۔ کسی غریب کو نوازو گے تو وہ آپکا شکر گزار ہو گا۔ آپ کا احترام کرے گا۔

مزید غور کریں کہ شادی کے موقع پر کیا کیا بے ہودگیاں ہوتی ہیں: گانے، سہرے، مہندی، دلہن اور دولہا کو تعزیے میں بٹھانا، مرد و زن کی مخلوط محفلیں، عام عورتوں کا غیر محرموں کے سامنے یوں بن سنور کر آنا

جیسے وہ اپنے گھر وں میں جاری ہوں، ویڈیو فلمیں بنانا، موسیقی اور ناچ، یہ سب کیا ہے؟ نہ ان کا ذکر قرآن کریم میں آیا، نہ حدیث نبوی ﷺ میں آیا۔ تو یہ سب پھر کہاں سے آیا؟ کچھ ہندوؤں سے آیا اور کچھ عیسائیوں سے آیا۔ سب غیر اسلامی حرکتیں کرکے بھی، بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

تم مسلمان ہو جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود اقبالؒ

دعوت ولیمہ

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے کپڑوں پر زرد رنگ لگا ہوا دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ عبدالرحمٰنؓ نے کہا اللہ کے رسول ﷺ میں نے ایک عورت سے ایک گٹھلی کے مساوی سونا دے کر نکاح کرلیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فبارك الله لك اولم ولو بشاه (رواہ مسلم)

"اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، ولیمہ ضرور کرو خواہ ایک بکری ہی ہو۔"

لو بشاة میں "لو" تقلیل کے لئے ہے یعنی کم از کم۔

(1) آپ ﷺ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے زرد رنگ کے بارے میں اس لئے پوچھا تھا کہ آپ ﷺ نے مردوں کو ایسا زعفرانی

رنگ استعمال کرنے سے منع کر دیا تھا۔ وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ نوبیاہتہ بیوی کے ساتھ شب باشی کی وجہ سے، اس بیوی سے غیر ارادی طور پر رنگ لگ گیا تھا۔ نہ کہ یہ شادی کی رسم تھی۔

(2) عبدالرحمٰنؓ مدینہ منورہ کے مالداروں میں شمار ہوتے تھے مگر مہر کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیکر نکاح کر لیا۔

(3) کوئی اس نکاح کی دھوم نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو بھی شادی کے بعد خبر ہوئی۔ اور برکت کی دعا دی۔ یعنی چوری چھپے تو نہیں کیا۔ شرائط نکاح پوری کیں۔ مثلاً ولی اور دو گواہوں اور حق مہر پر کر ڈالا۔

(4) بکری کا ولیمہ فرمایا، چونکہ عرب میں اس وقت بکری نہایت سستا جانور تھا جو بکثرت پایا جاتا تھا۔ آجکل پاکستان میں تو بکری یا مرغی خریدنا بھی کارے دارد۔

(5) ولیمہ سنت ہے بعض فقہاء اسے واجب کہتے ہیں۔

ولیمہ کا وقت

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری (حفظ اللہ) نے شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ "ولیمہ کا صحیح وقت خلوت صحیحہ کے بعد ہے۔" یعنی میاں بیوی نے رات اکٹھے لطف اندوزی سے گزاری ہو۔ جہالت کا برا ہو، نکاح کے بعد دلھن کے ساتھ کسی خاتون کو نگرانی کے لئے بھیجا جاتا ہے تاکہ

دلھن اور دولھا اکٹھے رات نہ گزاریں۔ تو پھر اگلے روز ولیمہ لوگوں کو کس خوشی میں کھلایا جاتا ہے؟ تو پھر نکاح کر کے دلھن کو بھیجا ہی کیوں جاتا ہے؟ اگر وہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں تو سارا ڈرامہ کس لئے رچایا جاتا ہے؟

عند البخاری انه ﷺ دعا القوم بعد الدخول بزینبؓ (فقہ السنۃ دوم)

"امام بخاری کے نزدیک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے شب باشی کے بعد لوگوں کو دعوت ولیمہ دی تھی۔"

ضروری نہیں کہ ولیمہ میں گوشت روٹی ہو۔ غزوہ خیبر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے راستے ہی میں شادی کر لی اور ولیمے میں نہ روٹی تھی نہ گوشت تھا بلکہ ستو، کھجور، پنیر اور گھی تھا (بخاری)

بعض بیویوں کے ولیمے میں رسول اللہ ﷺ نے دو مد (تقریباً پونے دو سیر) کی روٹی کھلائی تھی۔ (تفہیم المسائل چہارم)

مولانا مبارکپوری (حفظ اللہ) نے اس حدیث کے تحت لکھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا" ولیمہ کا کھانا پہلے روز حق، دوسرے روز سنت، تیسرے روز ریاکاری ہے۔" لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ دو دن تک تو درست ہے۔ مگر تیسرے روز ریاکاری ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ تیسرے دن کی ممانعت

تب ہے جب کھانے والے وہی لوگ ہوں۔ لیکن اگر ہر روز نئے لوگ مدعو ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ امام بخاریؒ وغیرہ تو سات دن تک بھی ولیمہ کے قائل ہیں۔ (شرح بلوغ المرام دوم)

دور جاہلیت کے مشہور سخی اور فیاض

کھانے کی بڑی بڑی پارٹیاں کرنا فخر و مباہات کے لئے، یہ کوئی جدید فیشن ہی نہیں ہے بلکہ جہالت کی پرانی کہانی ہے۔ عرب کے حاتم طائی کے قصے سخاوتوں میں مشہور ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن جدعان جو کہ حضرت ابو بکرؓ کے والد کا چچیرا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس کا تعارف لکھا ہے کہ دور جاہلیت کے بڑے بڑے فیاض اور سخی لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابتداء تو وہ فقیر اور مفلوک الحال تھا غربت کے باعث وہ شریر آدمی تھا، جرائم پیشہ تھا۔ اس کا قبیلہ، خاندان سب تنگ آگئے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے والد نے اسے گھر سے نکال دیا تھا، ایک روز ابن جدعان اپنے آپ سے بیزار ہو کر مکہ کے نواح میں، پہاڑی گھاٹیوں میں گیا۔ ایک پہاڑ میں غار دیکھا۔ خوفزدہ ہوا کہ اندر کوئی موذی جانور نہ ہو پہلے ہی اسے مار ڈالے، پھر اس غار میں آرام کرے۔ قریب ہوا تو بڑا سانپ محسوس ہوا جو اس پر حملہ آور ہونے کو ہے۔ یہ اس سے ادھر ادھر ہوتا رہا۔ جب زیادہ قریب ہوا تو سانپ نہ تھا بلکہ سونا تھا جس کے ماتھے پر دو آنکھیں یاقوت کی چمک رہی تھیں۔ اسے توڑا، غار کے اندر گیا۔ وہاں بنو جرہم کے بادشاہوں کی قبریں تھیں۔ ایک ان کا بادشاہ

حارث بن مضاض جو مدتوں سے غائب تھا کسی کو کوئی خبر نہ تھی کہ وہ کدھر گیا ہے۔ ان قبروں کے سرہانے سونے کی تختیاں لگی تھیں جن پر ان کی تاریخ وفات اور مدت حکمرانی درج تھی۔ ان قبروں کے قریب جواہر، قیمتی موتی، سونے اور چاندی کی مہنگی اشیاء پڑی تھیں۔ اپنی ضرورت کے مطابق اس نے سونا وغیرہ لیا۔ پھر غار سے باہر نکل کر، غار کے دروازے پر نشان لگا دیا۔ واپس اپنی قوم میں آیا۔ انہیں بہت سارے عطیے دیئے۔ سب لوگ اس کی سخاوت کی وجہ سے محبت کرنے لگے بلکہ اسے اپنا سردار بنالیا۔ اب وہ لوگوں کی ضیافتیں کر رہا ہے۔ جب سونا ختم ہوتا۔ واپس غار سے اور لے آتا، یوں اس کی سخاوتوں کی شہرت دور دور تک ہوگئی۔

اس نے ایک بہت بڑا ٹب تیار کروایا تھا۔ اونٹ سوار گزرتے ہوئے اس سے کھاتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ اس میں اونٹ کا بچہ گر گیا اور غرق ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں دوپہر کے وقت بعض دفعہ اس ٹب کے سائے میں کھڑا ہوتا کہ دھوپ سے بچوں۔" غزوہ بدر میں ابو جہل مارا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مقتولوں میں ابو جہل کی لاش تلاش کرو۔ اس کی شناخت کے لئے اس کا گھٹنا دیکھو۔ اس پر زخم کا پرانا نشان ہو گا۔ بچپنے میں ہوتے ہوئے ایک بار ابن جدعان کے دستر خوان پر میری اس سے مزاحمت ہوئی تھی میں نے اسے گرایا تھا اور وہ گھٹنے کے بل گرا تھا وہ ضرب الازب اب دیکھو۔ صحابہ کرام نے واقعی اسکے گھٹنے پر وہ نشان

یلتا تھا۔ابن جدعان لوگوں کی ضیافت میں کھجوریں کھلاتا، ستو پلاتا تھا اور پانی کی بجائے دودھ پلاتا تھا۔ ملک شام سے ایک بار دو ہزار اونٹ منگوائے تھے جن پر گندم، شہد، گھی وغیرہ لدا ہوا تھا۔ کعبے کی چھت پر روزانہ اعلان ہوتا تھا کہ لوگو! آؤ ابن جدعان کا دستر خوان کھانے کے لئے تیار ہے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ ابن جدعان لوگوں کو کھانے کھلایا کرتا تھا۔ زبردست مہمان نواز تھا۔ کیا اس کی یہ سخاوتیں قیامت کے روز فائدہ دیں گی؟ آپ نے فرمایا:

لَا، اِنَّهُ لَمْ یَقُلْ یَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ

"نہیں کچھ کام نہ آئیں گی۔ کیونکہ اس کی زبان سے کسی دن بھی یہ دعا نہ نکلی کہ میرے رب روز محشر میری خطائیں معاف کرنا۔" (تاریخ البدایہ والنہایہ جلد دوم)

یہ حال تھا دور جاہلیت کے سخیوں کا۔ صرف نام و نمود کے لئے سب کچھ کرتے اور آج کے روشن خیال سخی بھی ہاتھ میں پلیٹ اور چمچ لے کر ٹی وی یا اخبار کی تصویروں کی زینت بننے کے آرزومند دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے جو حلال روزی اور محدود وسائل والے ہیں انہیں شادیوں اور دیگر تقریبوں میں دور جاہلیت کے سخیوں کی نقل نہیں اتارنی چاہیے۔ مت ان کی دیکھا دیکھی مقروض ہوں۔ اپنی حیثیت کے اندر رہ کر گزارہ کریں

اور رشتے مالداری کے بجائے دینداری کی بنیاد پر کریں تو بہت سی الجھنوں سے نجات مل جائے گی۔

علامہ بغوی نے لکھا ہے:

كان السلف يدعون للمؤاخاة والمواساة، وانتم اليوم تدعون للمباهاة والمكافاة۔

''سلف صالحین دعوتیں کیا کرتے تھے ایک دوسرے سے محبت بڑھانے اور خیر خواہی کے لئے تم آج دعوتیں کرتے ہو فخر جتانے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے۔ (شرح السنۃ جلد ۹)

بیوی سے گھریلو کام لینا

نواب صدیق حسن خان سابق والی ریاست بھوپال جنہیں برصغیر کے لوگ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، مگر علمائے عرب انہیں القنوجی کے نام سے خوب جانتے ہیں الشیخ عبدالرزاق الدمشقی نے نواب صاحب کو بہت عمدہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ان تعریفی کلمات میں سے ایک جملہ یہ ہے فهو سيد علماء الهند فی زمانہ وہ اپنے زمانے میں علمائے ہند کے سردار تھے۔ ''صاحب ''عون المعبود'' نے لکھا ہے:

كان هو من احد المجددين على رأس المائة الرابعه عشر

کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد اسلام میں سے تھے۔"

علامہ الشوکانی "صاحب نیل الاوطار" کے عظیم شاگرد القاضی حسین الیمنی نے، نواب صاحب شاگرد رشید تھے۔ علامہ الشوکانی کثیر التصانیف تھے۔ اسی طرح نواب صاحب بھی کثیر التصانیف تھے۔ پچاس سے زائد کتب کی فہرست تو میں نے دیکھی ہے۔ میرے ایک دوست نے پنجاب یونیورسٹی میں نواب صاحب پر (Thesis) میں ایک سو تصانیف ذکر کی ہیں۔

علامہ شوکانی نے فقہی مسائل پر ایک کتاب "الدُرر البھیۃ" لکھی تھی۔ اس کتاب کی شرح نواب صدیق حسنؒ خان نے "الروضۃ الندیۃ" دو جلدوں میں لکھی ہے۔ "کتاب النکاح" میں اس امر پر بحث لکھی ہے کہ :

واما ان علیھا خدمتہ فی بیتہ ام لا ؟

یعنی بیوی کے ذمے خاوند کے گھر میں خدمت کرنا ہے یا نہیں ہے ؟

اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

"اس کا جواب شریعت سے ظاہر نہیں ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں تو صحابہ کرام کی خواتین معیشت کی اصلاح کے لئے گھروں میں کام کرتی تھیں۔ بلکہ بعض دفعہ وہ گھر سے باہر کے ضروری کام بھی کیا کرتی تھیں۔ یہ کہیں سننے میں

نہیں آیا کہ کسی صحابی عورت نے انکار کیا ہو یا کہا ہو کہ یہ کام میری ذمہ داری نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے عزت وشرف حاصل ہے یا میں حسن وجمال کے مقام پر ہوں۔

درحقیقت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایات ہیں ان الرحی اثرت فی ید البتولؓ والقربة اثرت فی نحرھا " حضرت فاطمہؓ بتول کے ہاتھ مبارک چکی چلانے سے متاثر ہوئے تھے اور پانی کی مشک اٹھانے سے سینے مبارک پر نشانات پڑ گئے تھے۔" اب کوئی خاتون کہے کہ میرا مقام حضرت فاطمہؓ سے بڑا ہے تو یہ ممکن نہیں ہے۔"

علامہ اقبالؒ نے حضرت بتولؓ کو خراج عقدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے

آں ادب پروردہ صبر و رضا
آسیا گرداں ولب قرآں سرا

(اسرار ورموز صفحہ ۱۶۰)

وہ صبر ورضا کے باادب گلشن میں پرورش پانے والی، جو ہاتھوں سے چکی چلا رہی ہوتی تھی اور زبان پر قرآن سرا نغمہ ہوتا تھا۔ پیغمبر زادی، یہ مجبوراً نہیں کرتی تھی بلکہ اس عظیم شاہزادی کے باپ شاہ کونین ﷺ

نے انہیں تعلیم ہی یہ دی تھی۔

عظمت فاطمۃ الزھراؓ

امام بخاریؒ کتاب الدعوات میں یہ روایت لائے ہیں۔ حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں آٹا پیسنے کی چکی چلاتے چلاتے چھالے پڑ گئے تھے۔ اس لئے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ انہیں غنیمت میں آئے ہوئے غلاموں میں سے، ایک خادمہ عنایت ہو جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ گھر پر نہ ملے۔ لہذا حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کرکے واپس آگئیں۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کر دیا یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے آئے، ہم اس وقت بستر خواب میں پہنچ چلے تھے۔ میں آپ ﷺ کو دیکھ کر اٹھنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ پر (لیٹے) رہو۔ اور خود تشریف لاکر ہمارے درمیان میں بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے قدموں کی خنکی مجھے اپنے سینے میں محسوس ہونے لگی۔ پھر فرمایا: میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم سے تمہارے لئے بہتر ہے۔ جب تم دونوں اپنے بستر خواب میں جایا کرو تو ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ ابن سیرین کی روایت میں ۳۴ بار سبحان اللہ بھی آیا ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت فاطمہؓ کے یہی اوصاف و خصائل تھے کہ ان کی وفات کے

بعد جب کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ فاطمہؓ کا حسن معاشرت کیسا تھا؟ تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا:

"فاطمہؓ جنت کا خوشبودار پھول تھی، جس کے مرجھانے کے باوجود، اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔" (سیرت فاطمہؓ الزہراء: طالب ہاشمی)

ایک بار سیدہ فاطمہؓ کو بخار آ گیا۔ رات انہوں نے سخت بے چینی میں کاٹی۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ جاگتا رہا۔ رات کے پچھلے پہر ہم دونوں کی آنکھ لگ گئی۔ فجر کی اذان سن کر بیدار ہوا تو دیکھا کہ فاطمہؓ وضو کر رہی ہیں۔ میں نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی، واپس آیا تو دیکھا کہ فاطمہ معمول کے مطابق چکی پیس رہی ہیں۔

میں نے کہا: فاطمہؓ تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا۔ رات بھر تمہیں بخار رہا۔ صبح اٹھ کر تم نے ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا، اب چکی پیس رہی ہو۔ اللہ نہ کرے زیادہ بیمار ہو جاؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے سر جھکا کر جواب دیا کہ اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے کرتے مر بھی جاؤں تو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی صرف اللہ کی اطاعت کے لئے ۔۔ اور چکی پیسی آپ کی اطاعت کے لئے اور بچوں کی خدمت کے لئے۔

(حوالہ مذکورہ)

انہی عظمتوں کی بنیاد پر علامہ اقبال پکار اٹھے ہیں

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ

مادراں را اسوہ کامل بتولؓ (رموز بے خودی)

بات کافی دور نکل گئی ہے۔ مسئلہ چل رہا تھا نواب صدیق حسنؒ خان کی تحقیق کا کہ بیوی سے گھریلو کام لئے جا سکتے ہیں کہ نہیں۔ اس پر نواب صاحب مزید روشنی ڈالتے ہیں:

کوئی اگر یہ سمجھے کہ بیوی صرف جنسی تسکین کے لئے ہے تو یہ جواب درست نہیں ہے۔ جبکہ حضرت بتولؓ نے خاوند کی کیسی کیسی خدمات انجام دیں۔ قرآنی آیت:

نِسَآءُ کُمْ حرْث" لَّکُمْ "بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔"

سے یہ استدلال کرنا کہ دیگر خدمات خانگی، بیوی پر واجب نہیں، نامناسب ہے۔ ایسے لوگ اگر صرف اتنا کہہ دیں:

لم نقف علی دلیل ید علی الوجوب کان یکفیھم

ہمیں اس وجوب کی خبر نہیں ہے تو ان کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ (الروضۃ الندیۃ)

اسماءؓ بنتِ ابو بکر صدیقؓ کا بیان

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ میری شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی۔ میرے خاوند کی معاشی حالت بہتر نہ تھی ایک گھوڑے

سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ میں خود گھوڑے کو چارہ ڈالتی، اس پر بوجھ لادتی۔ کھجور کی گٹھلیاں توڑ کر اسے کھلاتی، اسے پانی پلاتی، اس کا علاج معالجہ کرتی، پھر گھریلو کام بھی کرتی، میں آٹا گوندھتی مگر مجھے روٹی اچھی نہیں پکانی آتی تھی انصار مدینہ میں۔ میری ہمسایہ عورتیں بہت اچھی روٹی پکاتی تھیں، وہ میری بھی روٹیاں پکا دیتیں۔ وہ بہت نیک اور ہمدرد خواتین تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے زمین کا ایک ٹکڑا حضرت زبیرؓ کو عطا کیا تھا۔ میں اس کھیت سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر اٹھا کر گھر لاتی تھی اور وہ کھیت قریباً دو میل دور تھا۔ ایک روز میرے سر پر گٹھلیاں تھیں اور میں راستے پر چل رہی تھی اچانک وہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے وزن اٹھائے دیکھ کر اونٹ بٹھایا کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھ جاؤں۔ آپ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت بھی تھی۔ میں شرما گئی اور حضرت زبیرؓ کی غیرت بھی یاد آئی میں سوار نہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ میری کیفیت سمجھ گئے اور چلے گئے۔ میں نے گھر پہنچ کر حضرت زبیرؓ کو بتایا تو کہنے لگے کہ آپ کا بوجھ اٹھا کر چلنا مجھے ناگوار ہے اتنا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار ہونا برا نہ تھا۔ دن یونہی گزرتے گئے بالآخر میرے والد محترم حضرت ابو بکرؓ کو مجھ پر ترس آیا۔ انہوں نے ایک خادم میرے لئے مقرر کر دیا۔ مجھے یوں راحت محسوس ہوئی کہ گھوڑے کی خدمت سے آزادی مل گئی۔

حضرت زبیرؓ ذرا سخت مزاج تھے، بیٹی اسماءؓ نے، باپ سے شکایت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

یا بنیة اصبری فان المرأة اذا کان لها زوج صالح ثم مات عنها فلم تزوج بعده جمع بینهما فی الجنة

"میری بیٹی گھبراؤ نہیں صبر سے کام لیتی رہو۔ بیوی کا خاوند اگر نیک مرد ہو۔ وہ فوت بھی ہو جائے، بیوی اس کے بعد نکاح نہ کرے تو ان دونوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا۔" (طبقات ابن سعد جلد ۸)

اسی طرح ہر صحابی عورت اپنے گھریلو کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔ اور اپنے شوہروں کے ہاتھ بٹاتی تھیں۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ کیونکہ گھریلو زندگی اس وقت تک خوشگوار نہیں ہو سکتی جب تک میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے جذبۂ ایثار و محبت نہ رکھیں۔ نرا جنسی تسکین کی حد تک مطلب رہنا، یہ اسلام کی تعلیم نہیں یہ مغرب و امریکہ کی سوچ ہے جنہوں نے فیملی سسٹم برباد کر دیا، اور اس کا خمیازہ یہ قومیں بھگت رہی ہیں۔

عورت کی عظمت ایک عورت جو کسی کی لڑکی ہے۔ کسی کی بہن ہے۔ کسی کی بیوی ہے۔ کسی کی خالہ ہے۔ کسی کی دادی ہے۔ کسی کی نانی ہے۔ کسی کی پھوپھی ہے۔ اس کی ساری حیثیتیں الگ الگ اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن ماں کی حیثیت سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اسلام نے مسلمان ماں کو عزت، تقدس، احترام اور شرف وکمال کا وہ تاج پہنادیا ہے۔ جس سے دنیا میں عورت کا مقام بلند ہوا۔ انسان خواہ پیغمبر ہو، صحابی ہو، محدث ہو یا مجدد، اس کی جنت اس کی ماں کے قدموں کے نیچے رکھی گی ہے

وہ اطاعت اور خدمت کیلئے ماں کے سامنے جھک کر ہی اس کے پاؤں کے تلوے کے نیچے سے اپنی جنت حاصل کر سکتا ہے ایک عورت کے لئے اس سے بڑا اعزاز اسلام کے سوا اور کہاں مل سکتا ہے۔

درخواست

آپ کے

عشر و زکوٰۃ، صدقات و خیرات اور چرمہائے قربانی

کا

بہترین مصرف مدرسہ تجوید القرآن

رحمانیہ (رجسٹرڈ) ہے

آپ مدرسہ تجوید القرآن کے ساتھ تعاون فرما کر اپنے لیے صدقہ جاریہ بنائیں

منجانب: مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ (رجسٹرڈ) اسلامیہ پارک پونچھ روڈ لاہور

علاوہ ازیں دینِ حنیف کے اہم مسائل پر پمفلٹ شائع کیے جاتے ہیں۔
اس اشاعت کے سلسلے میں آپ کا تعاون درکار ہے۔

ملک عبدالقیوم نگران مدرسہ

مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اسلامیہ پارک پونچھ روڈ لاہور فون: ۷۵۹۹۸۰۲